منگھڑت حدیث

میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد عمر اس کی دیواریں عثمان اس کی چھت اور علی اس کا دروازہ رضی اللہ عنھم

کو ضعیف کہنے والوں کے دلائل کا اصول محدثین کی روشنی میں تحقیقی و تنقیدی جائزہ

خادم الحدیث نبوی ﷺ سید محمد عاقب حسین رضوی

بِسْـــــــمِ اللّٰہِ الرَّحْـــمٰنِ الرَّحِـــيْـــم

اَلصَّـــلٰوةُ وَالسَّـــلَامُ عَلَيْـــكَ يَارَسُـــوْلَ اللّٰہ وَعَلیٰ اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ يَاحَبِيْبَ اللّٰہ ﷺ

=====================================

اس تحریر کو لکھنے کا مقصد حدیث (أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَأَبُو بَكْرٍ أَسَاسُهَا وَعُمَرُ حِيطَانُهَا وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا) کو ضعیف کہنے والوں کو منہج محدثین کی طرف توجہ دلانا ہے اور ان کے دلائل کا اصولی و تحقیقی رد کرنا ہے کسی کی تذلیل و تنقیص مقصد نہیں

روایت ⊐ < «أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَأَبُو بَكْرٍ أَسَاسُهَا وَعُمَرُ حِيطَانُهَا وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا»

یعنی میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد ہیں عمر اس کی دیواریں ہیں عثمان اسکی چھت اور علی اس کا دروازہ رضی اللہ عنھم

جیسا کہ بتایا گیا کہ یہ روایت **موضوع (منگھڑت)** ہے مگر

کچھ لوگ اس کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں جیسے کہ یہ عقائد کے باب میں استعمال ہورہی ہے یا فضیلت خلفائے راشدین میں واحد ایک یہی روایت ہے بس انشاءاللہ ہم اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے دیے جانے والے تمام دلائل کا اصولی و تحقیقی رد کریں گے .

تو جو اس کو ضعیف کہتے ہیں ان سے ہمارا مطالبہ اور پھر اس کے موضوع ہونے پر دلائل

ہمارا جائز مطالبہ اس کو ضعیف کہنے والوں سے یہ ہے کہ اس روایت کی **سند** پیش کی جائے کیونکہ سند ہی دین ہے .

❶ خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی حافظ ابوبکر محمد بن خیر رحمہما اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں :

إنَّ الْحَافِظَ أَبَا بَكْرٍ مُحَمَّدَ بْنَ خَيْرِ بْنِ عُمَرَ الْأَمَوِيَّ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّهُ لَا يَصِحُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَقُولَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا حَتَّى يَكُونَ عِنْدَهُ ذَلِكَ الْقَوْلُ مَرْوِيًّا ... لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»

فرماتے ہیں کہ حافظ ابوبکر محمد بن خیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس پر علمائے (محدثین) کا اتفاق ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ... فلاں فلاں ... جب تک کہ اس کے پاس وہ قول (کسی سند سے) مروی نہ ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے

[كتاب تدريب الراوي 1/164]
[كتاب فتح المغيث 1/84]

❷ مشہور تابعی امام ہشام بن عروۃ رحمہ اللہ (م 146ھ) فرماتے ہیں :

قال هشام بن عروة: إذا حدثك رجل بحديث فقل عمن هذا؟

ترجمہ :- جب آپ کو کوئی شخص حدیث بیان کرے تو آپ اس سے پوچھیں کہ یہ کس کی بیان کردہ ہے ؟

[الجرح والتعديل لابن أبی حاتم :34/2 وسنده صحيح]

❸ جلیل القدر محدث اور صاحب مذہب شافعی امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا :

جو شخص حجت دلیل اور سند کے بغیر علم طلب کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے رات میں لکڑیاں اکٹھی کرنے والا جو لکڑیاں اٹھا کر لے جا رہا ہے جن میں زہریلا سانپ ہے جو اسے ڈس لے گا اور اسے پتا بھی نہیں ہوگا

[المدخل الیٰ کتاب الاکلیل للحاکم ص 28 وسندہ صحیح]

❹ امام عبداللّٰہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ (م 181ھ) نے فرمایا :

”الإسناد من الدین، ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء“

اسناد دین میں سے ہیں اور اگر سندیں نہ ہوتیں تو جو شخص جو کچھ چاہتا کہتا

[مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام :- 32 وسندہ صحیح]

❺ حافظ ابو نصر عبید اللہ بن سعید بن حاتم الوائلی السجزی الحنفی رحمہ اللہ (متوفی 444ھ) نے فرمایا :

”فکل مدع للسنة یجب أن یطالب بالنقل الصحیح بما یقوله فإن أتی بذلك علم صدقه وقبل قوله ...“

پس ہر شخص جو سنت ماننے کا مدعی ہے یہ ضروری ہے کہ

وہ جو کہتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے صحیح سند کا مطالبہ کیا جائے پھر وہ اگر یہ صحیح سند پیش کر دے تو اس کی سچائی معلوم ہو جاتی ہے اور اس کی بات قبول کی جاتی ہے---

[رسالة السجزی الیٰ اھل زبید فی الرد علیٰ من انکر الحرف والصوت ص146]

(نوٹ) :-: یہاں ہم نے اختصار سے ذکر کیا ہے اسناد کی اہمیت کے حوالے سے تفصیل کے لئے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کریں

❶ الإسناد عند المحدثين الدلالة التاريخ المنهج

❷ الإسناد من الدين وصفحة مشرقة من تاريخ سماع الحديث عند المحدثين

====================================

اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں :-:

① ہر روایت اور ہر حوالے کے لئے صحیح و مقبول سند پیش

کرنی چاہئے .

② بے سند روایت اور بے سند حوالہ مردود ہوتا ہے .

③ ہر وہ بے سند روایت جسے نقل کرنے والا کوئی ناقد حدیث امام نہیں اور وہ روایت کسی معتبر ماآخذ .. میں موجود نہیں مردود ہے اور اس کے برعکس اگر معاملہ ہے تو پھر وہ فضائل میں مقبول ہے .. اگر اس کے متن پر کذب کے آثار ظاہر نہیں لیکن پھر بھی اسکی نسبت نبی علیہ السلام کی طرف نہیں کی جائے گی بلکہ یوں کہہ کر بیان کیا جائے گا کہ ایک روایت میں ذکر ہے یا ایک روایت ہے .

==================================

اب سب سے پہلے تو جو ضعیف ثابت کرنے کے لئے دلائل پیش کیے گئے ہیں ان کا رد

❶ سب سے پہلی دلیل امام ابن حجر الہیتمیؒ کی دی گئی ہے کہ انہوں نے فتاوی حدیثیہ میں اس کو ضعیف کہا ہے !! تو امام ابن حجر ہیتمیؒ کے مقلدین سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ انہوں نے کس دلیل کی بنا پر اس کو ضعیف کہا ہے ؟؟ ایسی کونسی علت ہے جس کی وجہ سے انہوں نے اس کو ضعیف

کہا اور اگر ان کا ضعیف کہہ دینا ہی پتھر کی لکیر ہے تو ایسی 60 موضوع روایات " مستدرک للحاکم " میں موجود ہے جن کو موضوع امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا اور ان کو صحیح الاسناد بلکہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا تو ان کو صحیح مانو گے ؟؟ کیا کسی محدث کے بغیر دلیل کے کسی روایت کو ضعیف کہہ دینے سے وہ ضعیف ہو جائے گی ؟؟ اگر محدث کا کسی روایت پر جرح کر دینا ہی پتھر کی لکیر ہوتا تو خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کی کتاب " الموضوعات " پر " التعقبات علی الموضوعات " نہ لکھتے

ابن حجر ہیتمی کا اس روایت پر یہ کلام مبہم ہے انھوں نے ضعیف کہنے کی وجہ نہیں بتائی جب کہ اس کو موضوع کہنے کی وجہ بالکل صاف اور روز روشن کی طرح عیاں ہیں جو کہ آگے آئے گی

اور اگر پھر بھی امام ابن حجر ہیتمیؒ کا حکم ماننا ہے تو فن رجال کے امام الائمہ امام جرح و تعدیل امام یحیی بن معین رضی اللہ عنہ امام ابن حجر ہیتمی سے بڑے محدث اور متقدم ہیں تو انھوں نے تو حدیث (أنا مدينة العلم وعلی بابها) کو واضح طور پر **جھوٹ** کہا ہے تو آپ ان کا حکم اس حدیث پر کیوں نہیں مانتے ؟ فتاوی حدیثیہ کے اسی صفحے کو پڑھ لیجئے ہم انکا حکم اس لئے نہیں مانتے کیونکہ ان کا اس حدیث پر یہ کلام مبہم ہے انھوں نے جھوٹ کہنے کی وجہ

نہیں بتائی ہے لہذا امام ابن حجر ہیتمی کا بھی اس کو ضعیف کہنا مبہم ہے لہذا یہ ان کا واضح تسامح ہے اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ امام ابن حجر ہیتمی تک اس کے موضوع ہونے کی وجہ نہ پہنچی ہو لیکن جب آپ کے سامنے آیاں ہے تو آپ ضد نہ کریں .

کیا کسی محدث کا کسی حدیث پر حکم ہمارے لئے پتھر پر لکیر ہوتا ہے ؟؟؟

ایسا ہرگز نہیں ہے اصول حدیث کی کتب میں یہ اصول لکھا ہوا ہے کہ کسی محدث کا کسی حدیث کو صحیح کہہ دینے سے بھی اس کا صحیح ہونا لازم نہیں ملاحظہ ہو :

امام تقی الدین ابن صلاح رحمہ اللہ نے واضح طور پر فرمایا ہے :

کہ محدثین کا کسی حدیث کو صحیح الاسناد، حسن الاسناد کہنے سے مراد یہ نہیں ہوتا کہ وہ حدیث ہی صحیح ہو بلکہ اس میں شذوذ یا علت قادح باقی رہتا ہے

(مقدمة ابن الصلاح ص109)

تو جب محدثین کے صحیح کہنے سے بھی حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں تو ابن حجر ہیتمی یا کسی دوسرے محدث کے کسی حدیث کو بغیر کسی دلیل کے ضعیف کہہ دینے سے پتھر پر لکیر کیسے ہوگئی ؟؟

❷ دوسری اور تیسری دلیل کا جواب یہی دے دیتا ہوں کہ بقول ضعیف کہنے والوں کے حافظ نجم الدین رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شدید ضعیف و واھی ... اور شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا

تو عرض یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث پر خاص حکم نہیں لگایا بلکہ مطلقاً تمام پر لگایا ہے اور جن روایات کو انہوں نے نقل کرکے حکم لگایا ہے ان میں بعض معلق ہونے کی وجہ سے ضعیف ہیں بعض منکر ہونے کی وجہ سے ضعیف ہیں اور یہ موضوع بھی شامل ہے لہذا چونکہ یہ تمام ضعیف ہی کی اقسام میں آتی ہیں اس لیے انہوں نے مطلقاً حکم لگایا مطلق حکم اس کو موضوع ہونے سے خارج نہیں کرتا امام سخاوی رحمہ اللہ کے کلام سے واضح ہے :

وبالجملة فكلها ضعيفة

حاصل یہ کہ یہ ساری ضعیف ہیں

(اور یہ اصول اہل علم پر مخفی نہیں کہ **" بالجملة "** کثرت کے لئے استعمال ہوتا ہے جس سے واضح ہے کہ انہوں نے اس پر خاص حکم نہیں لگایا لہذا انکی تضعیف ضمنی اس کو موضوع ہونے سے خارج نہیں کرتی)

اسی طرح حافظ نجم الدین غزی رحمہ اللہ کا کلام ہے

کلها ضعيفة واهية

ضعیف کہنے والوں کی طرف سے اس کا ترجمہ کیا گیا ہے کہ " یعنی یہ سب شدید ضعیف حدیثیں ہیں "

اب نہ تو امام سخاوی کا کلام ضعیف کہنے والوں کی دلیل بن رہا ہے اور نہ ہی حافظ نجم الدین رحمہما اللہ تعالیٰ کا کیونکہ امام سخاوی نے خاص اس روایت پر حکم نہیں لگایا اور حافظ نجم الدین اس کو شدید ضعیف کہتے ہیں بقول صرف ضعیف کہنے والوں کے .

شدید ضعیف و واھی روایت فضائل میں بیان کرنے پر اصول محدثین کی روشنی میں متحمل نہیں ہوتی لہذا حافظ نجم الدین رحمہ اللہ کا کلام ضعیف کہنے والوں کے مخالف ہے نہ

کہ ان کی تائید میں

جہاں تک امام سخاوی کا تعلق رہا تو عرض کر چکا ہوں کہ ان کا کلام خاص اس روایت پر نہیں اور تضعیف ضمنی اس کو من گھڑت ہونے سے نہیں بچا سکتی

❶ جیسے کوئی محدث اور اکثر ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ **یہ حدیث صحیح نہیں** تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ حسن یا حسن لغیرہ یا ضعیف یا موضوع کچھ بھی ہو سکتی ہے اسی طرح تمام اسناد پر مطلقاً ضعیف کا حکم اس کو موضوعیت سے خارج نہیں کرتا جیسے ابن جوزی کا لایصح اس کو موضوع ہونے سے خارج نہیں کرتا .

❷ اسی طرح امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں احادیث پر بخاری مسلم کی صحت کا حکم لگایا یعنی یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے جب کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے تعاقب کرتے ہوئے اس کو موضوع کہا تو امام حاکم کا صحت کا حکم لگانے سے بھی وہ روایت موضوع ہونے سے خارج نہیں ہوئی .

اور اگر بالفرض غلط آپ کی بات مان بھی لیں کہ انہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے تو ان کا اس کو ضعیف کہنا جبکہ موضوع ہونے کی دلیل واضح طور پر موجود ہے مردود ہے

❸ جہاں تک امام عجلونی رحمہ اللہ کی بات رہی تو انہوں نے پچھلوں کا کلام نقل کیا .. اور ان کی تقلید کی جیسا کہ ان کی عبارت سے واضح ہے اور پچھلوں کے کلام کا تفصیلی جواب میں دے چکا ہوں .

❹ پھر روایت کو ضعیف کہنے والے کہتے ہیں کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے " مرقاۃ المفاتیح " میں اس روایت کو نقل کیا

تو عرض یہ ہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس پر سکوت اختیار کیا اور ان کا سکوت اس کو موضوع ہونے سے خارج نہیں کرتا .

❺ اب آتی ہے بات حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کی ابن عساکر کے حوالے سے خود اس کو ضعیف کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس روایت کو " مسنداً " ذکر کیا ہے اس کے راوی اسماعیل بن علی بن مثنیٰ الواعظ پر سخت جروح موجود ہیں

① سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اس کو " مسنداً " ذکر نہیں کیا یہ ضعیف کہنے والوں کی خطاء ہے :

مسند حدیث کی تعریف محدثین کے نزدیک

فالحديث المسند هو الحديث الذي اتصل إسناده إلى صحابي

إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم

مسند حدیث وہ حدیث ہے جس کا سلسلہ سند متصل ہو صحابہ کرام اور پھر نبی ﷺ تک

(مقدمة ابن الصلاح - النوع الرابع)

جب کہ زیربحث روایت صحابہ یا نبی علیہ السلام تک متصل نہیں اسماعیل بن مثنیٰ نے اپنے اور نبی علیہ السلام کے درمیان واسطے ذکر نہیں کیئے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے

② دوسری اور اہم بات یہ کہ جس راوی نے اس روایت کو بیان کیا ہے اسماعیل بن علی بن مثنیٰ استرآبادی جھوٹا واعظ اس کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کیا فرماتے ہیں :

◈ امام الائمہ و المسلمین الشیخ الاکبر شیخ الاسلام الحافظ امام ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ :-:

إسماعيل يعظ بدمشق فقام إليه رجل فسأله عن حديث أنا مدينة العلم وعلي بابها فقال هذا مختصر وإنما هو أنا مدينة العلم وأبو بكر أساسها وعمر حيطانها وعثمان سقفها وعلي بابها

قال فسألوه أن يخرج لهم إسناده فوعدهم به

ابن حجرؒ نے اسماعیل بن علی بن مثنی استرآبادی واعظ کذاب کے ترجمہ میں کہا ہے وہ جس وقت دمشق میں لوگوں کو موعظہ کر رہا تھا ایک شخص اس کے پاس آیا اور اس سے حدیث (أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا) کے متعلق سوال کیا اسماعیل بن مثنیٰ نے کہا یہ مختصر حدیث ہے اور اس کی اصل اس طرح ہے (أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَأَبُو بَكْرٍ أَسَاسُهَا وَعُمَرُ حِيطَانُهَا وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا) لوگوں نے اس سے کہا اپنی سند کو اس حدیث کے سلسلہ میں بیان کرے تو اس نے وعدہ کیا کہ (بعد میں بتاؤں گا)

(اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ اس روایت کو اس جھوٹے واعظ نے بیان کیا تو دوسرا یہ کہ اس نے اپنے اور نبی علیہ السلام کے درمیان واسطے ذکر نہیں کیئے)

[کتاب لسان المیزان 1/423]

اب اس کذاب اور واضع الحدیث کے بارے میں آئمہ کیا فرماتے ہیں ⇊

① عبدالکریم السمعانی رحمہ اللہ نے اپنی " کتاب الأنساب " میں إسماعيل بن علي بن المثنى الأسترابادي کے ترجمے میں

کہا کہ یہ کذاب ابن کذاب ہے اور یہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے

[كتاب لسان الميزان 1/423]
[كتاب الأنساب للسمعاني 3/82]

② عبدالعزیز النخشبی رحمہ اللہ نے کہا اسماعیل جھوٹے قصے بیان کرتا ہے اور اس کا چہرہ متقی اور پرہیزگار والا نہیں اور یہی بات رافع بن ابی عوانہ ، ابی سعد بن ابی بکر اسماعیلی اور امام حاکم نیشاپوری اور ابو عبدالرحمن سلمی اور ابو فضل خزاعی وغیرہ نے کہی رحمہمُ اللہ تعالیٰ

[كتاب لسان الميزان 1/423]

③ ابی نصر عبیداللہ بن سعید رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ کذاب ابن کذاب (یعنی یہ خود بھی جھوٹا ہے اور اس کا باپ بھی جھوٹا تھا) ہے اور اس سے کچھ بھی (حدیث و غیر حدیث) نہیں لکھا جائے گا اور نہ ہی یہ کسی قسم کی کرامت (عزت و تعظیم) کے قابل ہے

مزید آگے چل کر اسکے کرتوت کو واضح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں :

یہ خود متون گھڑ کر صحیح اسناد پر لگا دیتا تھا

[لسان المیزان 1/423]

④ حافظ ابو فضل محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ امام الحافظ و ناقد رهاوی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں :

الرهاوي يقول لما ظهر لأصحابنا كذب إسماعيل بن المثنى أحضروا جميع ما كتبوا عنه وشققوه ورموا به بين يديه

فرماتے ہیں جب ہمارے اصحاب کے سامنے اسماعیل بن مثنیٰ کا جھوٹ ظاہر ہوگیا تو انہوں نے جو کچھ اس سے لکھا تھا وہ سب لائے اور اسے چپٹا (مروڑ تڑوڑ) کے اس کے ہاتھوں میں پھینک دیا

[تاریخ دمشق لابن عساکر 9/20]

اب جس ایک شخص نے اس کو بغیر سند کے بیان کیا وہ بھی کذاب حدیثیں گھڑنے والا ضعیف کہنے والوں پر لازم ہے کہ وہ ثابت کریں کہ اس شخص کے علاوہ بھی کسی نے اس روایت کو بیان کیا ہے اور اس کی توثیق بھی پیش کریں ورنہ منہج متقدمین و متاخرین کے پرخچے نہ کریں -

=====================================

ابھی کچھ عرصہ پہلے ایک کتاب نظر سے گزری " **التحقيق المعتمد في رواية الكذاب و درجات السند** " اس کتاب میں بھی اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے دلائل دینے کی کوشش کی گئی

ان دلائل میں تین نئی باتیں سامنے آئیں جن کو میں یہاں نقل کرکے ان کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کا تعلق اسی روایت سے ہے باقی کلام وہی ہے جس کا جواب میں اوپر تفصیلاً دے کر آرہا ہوں ان تینوں باتوں کو آپ کتاب التحقیق المعتمد ص143 و 144 پر دیکھ سکتے ہیں

چنانچہ صاحب کتاب کہتے ہیں ... کہ اس روایت کو بیان کرنے والے راوی " اسماعیل بن علی بن مثنیٰ استرآبادی " پر کذب کی جرح ہے اور پھر کہتے ہیں لیکن محدثین نے اس روایت کو صرف ضعیف کہا ہے (جس کا تفصیلاً جواب میں اوپر دے چکا ہوں) پھر کہتے ہیں اس کی چند وجوہات ہیں کہ محدثین نے اس روایت کو ضعیف کیوں کہا

❻ کہتے ہیں اسماعیل بن علی بن مثنیٰ پر کذب کی جرح غیر مفسر ہے (اپنے طور پر وہ اس کو دلیل بنا رہے ہیں اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے)

اس دلیل کے جواب کے لئے چند باتوں کو ملحوظ خاطر رکھیں :

① کیا کذب کی جرح مطلقاً غیر مفسر ہوتی ہے ؟؟

② کیا زیر بحث راوی " اسماعیل بن مثنیٰ " پر جرح مفسر اور غیر مفسر کا قاعدہ لاگو ہوتا ہے ؟؟

③ کیا اسماعیل بن مثنیٰ پر کذب کی جرح غیر مفسر ہے

==================================

الجواب وباللّٰہ التوفیق

① سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کذب کی جرح مطلقاً غیر مفسر نہیں ہوتی اس میں تفصیل ہے جو ہم ابھی بیان کریں گے پہلے کذب کی جرح کے مفسر ہونے پر دلائل :

❶ " أما الجرح المفسر فيقول كذاب ..... "

(التعليقات البازية على نزهة النظر شرح نخبة الفكر ص227)

❷ اسی طرح " عبد اللّٰہ بن زیاد بن سمعان " کے حوالے سے امام مالک رحمہ اللّٰہ کا کلام نقل کرکے محشی " کتاب التنکیل " کہتے ہیں :

" وروي ابن قاسم عن مالك كذاب .... فهذا جرح مفسر "

کہتے ہیں ابن قاسم نے امام مالک رحمہ اللّٰہ سے نقل کیا کہ یہ راوی جھوٹا ہے اور یہ جرح مفسر ہے

(التنكيل 1/151)

❸ " ومن الألفاظ المفسرة قولهم : فلان وضاع ، أو مشهور بالوضع أو يركب الاسانيد و أما قولهم **كذاب** فالظاهر أنه **جرح مفسر** "

(شفاء العليل بألفاظ وقواعد الجرح والتعديل ص528)

❹ " وإنما تعرف من **الجرح المفسر** فيقبل من الجارح ما هو جرح حقيقة؛ كقوله فلان **كذاب** "

(فتح الملك العلي بصحة حديث باب مدينة العلم علي ص144)

ان تمام تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ کذب کی جرح مطلقاً غیر مفسر نہیں

یاد رکھیں کذب کی جرح اس صورت میں غیر مفسر ہوگی جب اس کے مقابل تعدیل موجود ہو .. اور جس پر جرح کی جارہی ہے اس سے کذب کا ثبوت نہ ملے یعنی اس کا جھوٹ بولنا یا گڑھنا اس کی نہ جارح (جرح کرنے والا) صراحت کرے اور نہ ملے اور تعدیل بھی مقابل موجود ہو تو اس صورت میں یہ جرح غیر مفسر (یعنی مبھم) کرار دی جائے گی جب کہ زیر بحث راوی " اسماعیل بن مثنیٰ " کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہیں جس کی تفصیل آگے آرہی ہے

② دوسری اہم اور اصولی بات یہ ہے کہ اسماعیل بن مثنیٰ پر جرح مفسر یا غیر مفسر کا قاعدہ لاگو نہیں ہوتا اس لئے کہ جرح مفسر اور غیر مفسر کا قاعدہ وہاں لاگو ہوتا ہے جہاں مقابل تعدیل موجود ہو

جب جرح و تعدیل میں تعارض آجائے تو اس تعارض کو دور کرنے کے لئے آئمہ جرح وتعدیل نے مفسر اور غیر مفسر کا قائدہ بنایا جب کہ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ اسماعیل بن مثنیٰ پر صرف جرح ہی ہے وہ بھی ناقدین کی طرف سے کذب کی

اس صورت میں جرح ہی مقدم رہے گی کیونکہ اس کے مقابل تعدیل موجود ہی نہیں جب بھی مفسر اور غیر مفسر کی بحث چلی ہے ہمیشہ آئمہ نے تعدیل کو مقابل رکھ کے بحث کی ہے ملاحظہ ہو :

(شرح ألفية السيوطي في الحديث 3/577)

لہذا اسماعیل بن مثنیٰ پر مفسر و غیر مفسر کی بحث کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ اس کے مقابل تعدیل ہے ہی نہیں اور اس کی جرح مقدم رہے گی جو کہ واضح ہے کہ یہ کذاب ہے

③ پھر اگلی بات یہ ہے کہ اسماعیل بن مثنیٰ پر کذب کی جرح مفسر ہے کیونکہ اس کا جھوٹ بولنا ثابت ہے ملاحظہ ہو :

عن عبد العزيز النخشبي قال وحدث عن رافع بن أبي عوانة وأبي سعد بن أبي بكر الإسماعيلي والحاكم والسلمي وأبي الفضل الخزاعي وغيرهم وكان يقص ويكذب ولم يكن على وجهه سيماء المتقين

عبدالعزیز النخشبیؒ نے کہا اسماعیل جھوٹے قصے بیان کرتا ہے اور اس کا چہرہ متقی اور پرہیزگار والا نہیں اور یہی بات رافع بن ابی عوانہ ، ابی سعد بن ابی بکر اسماعیلی اور امام

حاکم اور ابو عبدالرحمن سلمی اور ابو فضل خزاعی وغیرہ نے کہی رحمہمُ اللہ تعالیٰ

[کتاب لسان المیزان 1/423]

اس عبارت سے اسماعیل کا جھوٹ بولنا اور اسماعیل کا جھوٹے قصے بیان کرنا روز روشن کی طرح واضح ہے
لہذا یہ جرح غیر مفسر تب ہوتی جب یا تو اس کے جھوٹ بولنے کا ثبوت نہ ملتا یا اس کے مقابل تعدیل مفسر ہوتی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے لیکن اسماعیل کے ساتھ دونوں معاملات نہیں لہذا اس پر کذب کی جرح مقدم رہے گی

جب کہ بڑے بڑے نامور آئمہ ناقدین اس پر یہی جرح کر رہے ہیں جیسا کہ اوپر عبارت سے واضح ہے

آگے چل کر اسی صفحہ پر امام ابو نصر عبید اللہ بن سعید رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں :

" یرکب المتون الموضوعة علی الأسانید الصحیحة "

اسماعیل بن مثنیٰ (خود کے گڑھے ہوئے) متون پر صحیح اسناد لگا دیتا تھا **(یہ بھی جرح مفسر ہے)**

[لسان المیزان 1/423]

" ان تمام تصریحات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسماعیل بن مثنیٰ کذاب ہے اس کا جھوٹا ہونا اصول کی روشنی میں ثابت ہے اور جو جرح غیر مفسر اور مفسر کا ایک بہانہ بنایا گیا اس کا بھی اصولی و تحقیقی جواب دیا جا چکا ہے "

7 پھر صاحب کتاب " التحقیق المعتمد " کہتے ہیں کہ
اسماعیل بن مثنیٰ سے اس روایت میں جھوٹ بولنا ثابت نہیں پھر کہتے ہیں کبھی کبھی بڑا جھوٹا بھی سچ بول دیتا ہے پھر دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے کہا :

قال شيخي أبو الفرج الإسفرايني ثم وجدت هذا الحديث بعد مدة في جزء على ما ذكره ابن المثنى فالله أعلم

یعنی میرے شیخ ابو الفرج اسفرائینی کہتے ہیں پھر میں نے اس روایت کو ایک جزء میں ایک مدت کے بعد اس طرح پایا جیسے ابن مثنیٰ ذکر کیا

(تاریخ دمشق لابن عساکر 9/20)

پھر صاحب کتاب تحقیق المعتمد کہتے ہیں :

دیکھیں ان کے تلمیذ کہہ رہے ہیں کہ جیسے اسماعیل بن مثنیٰ

نے روایت بیان کی تھی ویسے ہی ایک جزء میں لکھی ہوئی دیکھی واضح ہو گیا ابن مثنیٰ نے مذکورہ حدیث میں جھوٹ نہیں بولا

=================================

الجواب وباللہ التوفیق

سب سے پہلی بات تو یہ کہ کسی راوی کے روایت کو بیان کرنے میں تفرد کو ختم کرنے کے لیے یہ جو طریقہ صاحب کتاب نے بیان کیا ہے یہ کون سے اصول کی کتاب میں لکھا ہوا ہے یہ ان کو حوالہ دینا چاہیے تھا اس لئے کہ یہ طریقہ سراسر غلط ہے نیز وہ جزء کس کا تھا احادیث کا یا موضوعات کا ضعیف روایات کا اور اس کا مصنف کون تھا عادل تھا یا نہیں اس کی کوئی صراحت نہیں

اسماعیل بن مثنیٰ کا اس روایت کو بیان کرنے میں تفرد صرف دو ہی صورتوں میں ختم ہو سکتا ہے اس کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہیں جو صاحب کتاب " التحقیق المعتمد " نے بتائی ہے اس کا ہم جواب دیتے ہیں پہلے وہ دو صورتیں دیکھ لیں کون سی ہیں :

❶ یا تو اسماعیل بن مثنیٰ کے علاوہ کوئی شخص اس روایت

کو انہی الفاظ کے ساتھ بیان کرے (یعنی متابعت)

❷ یا پھر اسماعیل بن مثنیٰ سے پہلے لکھی جانے والی کسی کتاب میں یہ روایت مذکور ہو یا اسماعیل بن مثنیٰ سے پہلے کسی راوی نے اس کو بیان کیا ہو

تفرد کو مٹانے کا جو نیا طریقہ صاحب کتاب نے بتایا ہے یہ غلط اس لئے ہے کہ ہمارا دعویٰ ہے اس روایت کو بیان کرنے میں اسماعیل متفرد ہے اور اس نے اس روایت کو گھر میں بیٹھ کر نہیں کسی کمرے میں بیٹھ کر نہیں بلکہ ایک مجمع میں بیٹھ کر بیان کیا تو ظاہر ہے کہ یہ روایت نقل ہوتی ہوئی آگے ضرور جائے گی لیکن رہے گی بے سند کیونکہ اسماعیل نے بے سند ہی بیان کی

جیسا کہ آج ایک ہزار سال بعد بھی "الفردوس بماثور الخطاب" میں بے سند اپنی شان کے ساتھ جلوہ پذیر ہے

اور جب یہ روایت بے سند ہے تو غالب گمان یہی ہے کہ یہ اسماعیل ہی کے الفاظ ہیں جو اس نے مجمع میں بیٹھ کر گڑھے اور پھر سند بیان نہیں کی

اور ابن عساکر کے شیخ کے کلام سے بھی واضح ہے کہ انہیں بھی یہ روایت بے سند ہی ملی کیونکہ وہ فرماتے ہیں :

ثم وجدت هذا الحديث بعد مدة في جزء على ما ذكره ابن المثنی

پھر میں نے یہ حدیث ایک مدت کے بعد ایک جزء میں اس طرح پائی جیسے ابن مثنیٰ نے ذکر کی .

اور یہ بات ہم نے اوپر دلائل کے ساتھ واضح کردی کہ ابن مثنیٰ نے اسے بے سند بیان کیا ہے

اور جیسے اس نے بیان کیا ویسے ہی ابن عساکر کے شیخ نے پایا یعنی بے سند

اگر بالفرض باسند ہوتی تو ابن عساکر کے شیخ ضرور بیان کرتے ابن مثنیٰ کے تفرد کو ختم کرنے کے لیے

لہذا ثابت ہوا کہ ابن مثنیٰ اس روایت کو بیان کرنے میں متفرد ہے اور اس کا تفرد ایسے نہیں مٹ سکتا جیسے مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے یہ طریقہ سراسر غلط ہے جیسا کہ ہم نے ثابت کیا

8 آخری کوشش جو اس کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے صاحب

کتاب " التحقیق المعتمد " نے کی وہ یہ ہے :

انہوں نے اس روایت کی اپنے طور پر ایک شاہد ڈھونڈ کے نکالی اور اسے بطور شاہد پیش کر رہے ہیں جو کہ درج ذیل ہے :-:

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ سُورُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا فَمَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ قَالَ ابْنِ عَسَاكِر مُنْكَرٌ جِدًّا إِسْنَادًا ومتنًا

(تاریخ دمشق لابن عساکر :- 5265)

اس کو نقل کرنے کے بعد صاحب کتاب المعتمد فرماتے ہیں کہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ منکر روایت موضوع نہیں ہوتی صاحب کتاب المعتمد نے روایت کا ترجمہ نہیں کیا ہم اس کا ترجمہ کرتے ہیں :

(نبی علیہ السلام کی طرف منسوب ہے) میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکر و عمر و عثمان اس کے فصیل ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں تو جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ دروازے سے گزر کر آئے رضی اللہ عنھم

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ خود اس پر جرح کرتے ہوئے کہتے ہیں :

کہ یہ روایت سنداً متناً منکر جداً ہے

==================================

اس کے جواب کے لئے بھی چند باتوں کو ملحوظ خاطر رکھیں :

① کیا یہ روایت اس من گھڑت روایت کی شاہد ہے ؟

② کیا اصول محدثین پر یہ اس من گھڑت روایت کی شاہد بن سکتی ہے ؟

③ کیا حافظ ابن عساکر رحمہ اللّٰہ کے منکر سے مراد وہ منکر ہے جس کی تعریف کتب اصول میں مذکور ہے یا کچھ اور ؟؟

④ کیا منکر کی اصطلاح کا استعمال بطلان اور وضع کو ظاہر کرنے کے لیے نہیں ہوتا ؟؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق

① پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اس روایت کا شاہد ہے ہی نہیں

کیونکہ اس من گھڑت روایت میں خلفائے ثلاثہ کی علیحدہ علیحدہ فضیلت ہے جب کہ اس روایت میں تینوں خلفاء کی ایک ہی فضیلت اور وہ ہے " فصیل یعنی دیواریں یا چار دیواری " جبکہ شاہد ہونے کے لئے متن کی لفظاً یا معناً مماثلت ہونا ضروری ہے یہ ایک علیحدہ روایت ہے اور وہ ایک علیحدہ

الشاهد هو الحديث الذي يشارك فيه رواته رواة الحديث الفرد لفظاً ومعنى، أو معنى فقط مع الاختلاف في الصحابي

(شرح نخبة الفكر للقاري :- ص196)

② اور اگر اس کو شاہد مان بھی لیں تب بھی یہ اصول پر بطور شاہد پیش کی نہیں جا سکتی یہ روایت تو خود اتنی ضعیف ہے ... کہ اس کو خود شواہد کی ضرورت ہے یہ کیا کسی کو سہارا دے گی

❶ " الحديث ضعيف جداً، لا يقبل التقوية بالشواهد "

ضعیف جداً روایت کو بطور شواہد تقویت کے لئے قبول نہیں کیا جاتا

(اور اہل علم پر یہ بھی مخفی نہیں کہ سنداً متناً منکر جداً روایت ضعیف جداً ہی کے قبیل سے ہے)

(المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية - تخريج - 10/746)

❷ " ضعيف جداً لا يصلح في الشواهد والمتابعات "

ضعیف جداً شواھد و متابعات کے لئے درست نہیں

(المستدرك على الصحيحين - تخريج - 4/326)

❸ " فالسند شديد الضعف لا تنفع في الشواهد والمتابعات "

شدید ضعیف سند متابعات و شواھد میں کوئی نفع نہیں دیتی

(الاذكار النووية دار الكلمة الطيب, 2001 ص420)

ان تمام تصریحات سے یہ پتا چل گیا کہ ضعیف جداً روایت متابعات و شواہد میں قبول نہیں **زیر بحث روایت تو اصول پر من گھڑت ہے اور اس کو تقویت دینے کے لئے جو بطور شاہد پیش کی گئی وہ خود ضعیف جداً ہے لہذا اصول کی روشنی میں وہ شاہد نہیں بن سکتی**

③ اگلی بات یہ ہے کہ کیا حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کا اس روایت کو منکر کہنے سے مراد کیا یہ ہے کہ جس میں ضعیف راوی نے قوی راوی کی مخالفت کی ہو ؟؟

حالانکہ ایسا نہیں ہے محققین پر یہ بات عیاں ہے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق میں جن روایات کو منکر یا منکر جداً کہا ہے ان کو محدثین نے باطل اور موضوع قرار دیا ہے بطور مثال چند درج ذیل ہیں :

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ایک روایت کو باطل یعنی جھوٹ کہتے ہیں جبکہ وہ خود حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کا اس روایت کے حوالے سے کلام نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کو منکر کہا

[لسان المیزان 3/410/11]

اسی طرح ایک روایت کے حوالے سے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ منکر جداً ہے جبکہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں بے اصل روایت ہے

[لسان المیزان 7/513]

اور حافظ ابن عساکر نے خود اس اصطلاح منکر کا اطلاق اپنے نزدیک بے اصل روایت پر کیا گویا انہوں نے اپنا منہج واضح کیا ایک روایت کے حوالے سے کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

وهو حديث منكر لا أصل له

(تاریخ دمشق لابن عساکر 35/457)

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ جس روایت کو منکر کہتے ہیں وہ روایت ان کے نزدیک موضوع یعنی من گھڑت ہوتی ہے

امام نور الدین ابن عراق الكناني رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

كثيرا ما يقتصر ابن عساكر على وصف الحديث بالنكارة وهو عنده موضوع

ابن عساکر رحمہ اللہ اکثر حدیث کو نکارت (یعنی منکر) کے ساتھ وصف کرنے تک محدود رکھتے ہیں اور وہ ان کے نزدیک موضوع یعنی من گھڑت ہوتی ہے

(کتاب تنزيه الشريعة المرفوعة 2/277)

ثابت ہوا کہ حافظ ابن عساکر کے نزدیک یہ روایت موضوع ہے اور موضوع روایت سے موضوع روایت کو تقویت دلانے کا کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کا علم حدیث سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں

اور اگر اس شاہد کو موضوع نہ بھی مانے تب بھی یہ ضعف کے اس مرتبہ پر فائز ہے کہ اس کو بطور شاہد پیش کیا ہی نہیں جا سکتا

④ آخری بات یہ ہے کہ اسماعیل بن مثنیٰ کی گڑھی ہوئی روایت کے دفاع میں جو تحریر لکھی گئی تھی اس میں جو کہا گیا تھا کہ اہل علم پر مخفی نہیں کے منکر روایت موضوع نہیں ہوتی

تو یہ بات بھی منہج محدثین سے ناواقفیت کی بنا پر کی گئی ہے اول تو ہم نے ثابت کیا کہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کی منکر سے مراد موضوع ہی ہوتا ہے دوم یہ کہ ناصرف حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ بلکہ اکثر علمائے متقدمین اور متاخرین اس اصطلاح منکر کا اطلاق روایات کے بطلان اور وضع کو ظاہر کرنے کے لئے بھی کرتے ہیں مثال ملاحظہ ہو :

❶ ایک روایت کے حوالے سے امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

إسناده منكر باطل ومتنه باطل

(الكامل :- 3/128)

❷ محدث احناف امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ ایک روایت کے حوالے سے فرماتے ہیں :

قلت : هذا حديث منكر بل موضوع

(عمدة القاري 5/422)

❸ علل کے امام ناقد حدیث دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

هذا حديث منكر باطل لا يصح

(موسوعة أقوال الدارقطني ص97)

❹ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے منکر جداً روایت کو موضوع کہا ہے :-

قال الخطيب : وهذا الحديث منكر جداً بل هو موضوع

(كتاب الموضوعات 1/278)

ان تمام تر دلائل اور تصریحات سے ثابت ہوا کہ محدثین کرام اصطلاح " منکر " کا استعمال روایات کو باطل اور موضوع ثابت کرنے کے لئے بھی کرتے ہیں

روایت کا متن بھی باطل ہے

❶ جیسا کہ روایت کے متن سے واضح ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور روایت میں اس شہر کی اساس یعنی بنیاد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو بولا گیا ہے (معاذاللہ) یعنی حضور ﷺ کے علم کی بنیاد حضرت ابو بکر صدیق کو بتایا گیا ہے

کیا یہ صریح گمراہی نہیں ؟؟ کیا سلطان الانبیاء کے علم کی بنیاد کوئی امتی ہوسکتا ہے ؟؟

❷ نیز یہ کہ اس روایت میں حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالی عنہ کو اس شہر کی چھت بولا گیا ہے

جب کہ ہر خاص و عام اس بات سے واقف ہے کہ کسی بھی شہر پر چھت نہیں ہوا کرتی !!

لہذا اس روایت کا متن بھی اس کے باطل و منگھڑت ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے

اور اگر اس روایت کو ضعیف مان بھی لیں تب بھی اس کو فضائل میں بیان نہیں کرسکتے ⇊

ضعیف حدیث فضائل میں قابل قبول ہوگی وگرنہ اسے رد کر دیا جائے گا وہ شرائط ملاحظہ ہوں :-

أَنْ يَكُونَ الضَّعْفُ غَيْرَ شَدِيدٍ، فَيَخْرُجُ مَنِ انْفَرَدَ مِنَ الْكَذَّابِينَ وَالْمُتَّهَمِينَ بِالْكَذِبِ، وَمَنْ فَحُشَ غَلَطُهُ، نَقَلَ الْعَلَائِيُّ الِاتِّفَاقَ عَلَيْهِ

ترجمہ: اس کا ضعف شدید نہ ہو یعنی اس میں منفرد کاذبین متھم بالکذب اور فحش غلطیاں کرنے والے نہ ہوں امام صلاح الدین علائی رحمہ اللہ نے اس شرط پر محدثیں کا اتفاق لکھا ہے

جس شرط پر اجماع ہے وہی شرط اس حدیث میں پوری نہیں

ہو رہی اس حدیث کو بیان کرنے والا اسماعیل بن مثنیٰ کذاب ہے

[كتاب تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي 1/351]
[كتاب القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع ص255]

خلاصہ کلام

بحمدہٖ تعالی اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی فضل و عطا سے ہم نے ثابت کیا کہ یہ روایت نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر جھوٹ ہے من گھڑت ہے

اسماعیل بن مثنیٰ اس روایت کا مجرم ہے

اور اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی جو ناکام کوشش کی گئی ہم نے اس کا اصول محدثین کی روشنی میں اصولی و تحقیقی رد کیا

اب حاصل یہ ہوا کہ اولاً تو یہ روایت ہے ہی موضوع اور اگر کوئی ضد میں اس کو موضوع نہیں بھی مانتا تب بھی یہ

فضائل میں بیان کرنے کے قابل نہیں اصول محدثین پر

اصول محدثین پر جیسا کہ ہم نے ثابت کیا یہ روایت من گھڑت ہے اس کا بیان کرنا اور اس کی نسبت نبی علیہ الصلاۃ و السلام کی طرف کرنا ہر گز جائز نہیں

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ يَلِجُ فِي النَّارِ»

ترجمہ :- علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھ پر جھوٹ نہ باندھو کیونکہ مجھ پر جھوٹ باندھنے والا جہنم میں داخل ہوگا“

[صحیح :- متواتر بالاتفاق]

======================================

اللہ ﷻ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے سے اپنی پناہ میں رکھے اور اصول محدثین اور منہج المتقدمین والمتاخرین پر قائم و دائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن